پیغامِ سیرت!

احتساب کی ضرورت اور اس کا اسلامی طریقۂ کار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، ایک نظریاتی ریاست ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کی گئی ہے۔ اس لئے یہاں غیر اسلامی قوانین و نظریات کو رواج نہیں دیا جا سکتا۔ آج کل ہم بحیثیت قوم جس صورت حاصل سے دوچار ہیں۔ وہ ہماری اپنی پیدا کردہ ہے۔ ہم نے یہ ملک حاصل کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے اس میں اسلامی قوانین اور اصول نافذ کرنے کا جو عہد کیا تھا اس کو فراموش کر کے ہم یہاں غیر اسلامی اور ملحدانہ خیالات و نظریات کو فروغ دے رہے ہیں، یہ اسی عہد شکنی کی سزا ہے جو ہمیں مل رہی ہے۔

۱۳/ اپریل ۱۹۴۴ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم محمد علی جناح نے دو ٹوک اور غیر مبہم الفاظ میں اعلان کیا!

> ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا ہے بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو اپنا سکیں۔(۱)

قائد اعظم اس بات کے بھی قائل تھے کہ مسلمانوں کے نظام حیات اور نظام حکومت

---

(۱)۔ سید فضل الرحمٰن، ”تحریک پاکستان کے فکری محرکات“، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۷۰ء، ص ۶۲.

کے لئے قرآن کریم ہی سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر فرمایا!

> مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے، ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں اور قرآنی پرگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔(۱)

پاکستان کے پہلے وزیراعظم شہید ملت نواب زادہ لیاقت علی خان نے حصول پاکستان کے مقاصد کے پر روشنی ڈالتے ہوئے ۹ فروری ۱۹۵۱ء کو کراچی میں موتمر عالم اسلامی کے اجلاس سے خطاب میں فرمایا!

> حصول پاکستان کی تحریک کا یہ مقصد کبھی نہیں رہا کہ دنیا کے بے شمار ممالک میں ایک اور ملک کا اضافہ کیا جائے یا دنیا کے نقشے کے متعدد رنگوں میں ایک اور رنگ کا اضافہ کیا جائے، پاکستان کے حصول کی جدوجہد میں براعظم کے مسلمانوں کا مقصد یہ رہا کہ اپنے لئے ایک خطہ زمین حاصل کریں، چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو، جہاں اسلامی تصورات اور اصول حیات پر عمل کیا جائے اور اس کے ثمرات کا دنیا کے سامنے مظاہرہ کر سکیں۔(۲)

> ایک اور موقع پر فرمایا!

> میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی مملکت ہوگا اور اگر ایسا نہ ہوا تو حصول پاکستان بے کار ہو جائے گا، پاکستانیوں کے اتحاد کے بعد پاکستان میں آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل کے اسلامی نظام کی عملداری ہوگی، پاکستانی علاقوں میں تمام نظام و انتظام حکومت قرآن پاک کے احکام اور اصولوں کے بموجب ہوگا۔(۳)

---

(۱)۔ پروفیسر سید محمد سلیم، "تاریخ نظریہ پاکستان"، ادارہ تعلیمی تحقیق، لاہور اشاعت سوم ۹۶، ص ۲۱۸.

(۲)۔ "تحریک پاکستان سے فکری محرکات"، ص ۴۸، (۳) "تحریک پاکستان کے فکری محرکات" ص ۴۷.

۱۱؍ مئی ۱۹۵۰ء کو شکاگو کونسل آف فارن ایسوسی ایشن میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا!

> ہم نے پاکستان اس لئے بنایا ہے کہ یہاں ہم اسلام کے نظامِ حیات کو عملاً برپا کریں گے پاکستان اسلام کے لئے ایک دارالعمل یعنی Laboratory ہوگا۔(۱)

آج کل وطن عزیز مملکت خداداد پاکستان میں ہر طرف احتساب کا تذکرہ ہے اور ہر طبقۂ فکر و خیال کے لوگوں میں یہ بات زور دیکر کہی جارہی ہے کہ بدعنوان لوگوں کا جسقدر جلد ممکن ہو احتساب ہونا چاہئے خواہ ان کا تعلق کسی بھی شعبۂ زندگی سے ہو اور خواہ وہ کتنے ہی مضبوط اور بااثر ہوں۔ ذیل کی سطور میں اسی حوالے سے کچھ گفتگو ہوگی۔

حکمران صرف اپنے اعمال ہی کے ذمہ دار نہیں ہوتے بلکہ جو لوگ ان کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں ان کے فرائضِ منصبی کی نگرانی بھی حکامِ بالا کے فرائض اور ذمہ داری میں شامل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

> الا کلکم راع، وکلکم مسؤل عن رعیته، فالأمیر الذی علی الناس راع، وهو مسؤل عن رعیته، والرجل راع علی اهل بیته وهو مسؤل عنهم، والمرأة راعیة علی بیت بعلها و ولده، وهو مسؤلة عنهم، والعبد راع علی مال سیده وهو مسؤل عنه، الافکلکم راع، وکلکم مسؤل عن رعیته– (۲)
>
> آگاہ ہو جاؤ! تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت (اس کے زیر اثر افراد) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس جو شخص

---

(۱)۔ روزنامہ ڈان، ۱۳؍ مئی ۱۹۵۰ء، (۲)۔ مسلم، الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۹۸ء، ج ۳، ص ۲۲۵، رقم ۱۸۲۵، ابوداؤد السنن، دار الفکر بیروت، ۹۴ء، ج ۳، ص ۲۰، رقم ۲۹۲۸،

لوگوں کا امیر ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا اور ہر شخص اپنے اہل خانہ کا نگہبان ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر اور اولاد کے گھر کی نگہبان ہے اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا اور غلام (یا ملازم) اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ سو آگاہ ہو جاؤ! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کی بابت سوال ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

موتوا قبل ان تموتوا وحاسبو قبل ان تحاسبوا (۱)

مارو اپنے نفس کو اپنی موت سے پہلے اور اپنا احتساب کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو جو حیات مستعار ملی ہوئی ہے اس کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے کاموں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع میں گزارے۔ منکرات و منہیات سے اہتمام کے ساتھ بچتا رہے، ہمہ وقت اپنے اعمال وافعال کا محاسبہ اور جانچ پڑتال کرتا رہے، حکمرانوں کے لئے تو اپنا محاسبہ اور بھی ضروری ہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے ماتحتوں کی خیر خواہی کر سکیں۔ یوں بھی الناس علی دین ملوکہم کے مصداق عوام میں وہی طور طریقے اور عادات وخواہشات فروغ پاتی ہیں جو وہ اپنے حکمرانوں میں دیکھتے ہیں۔ لہٰذا عوام میں سادگی، امانت و دیانت، فرض شناسی، احساس ذمہ داری اور اخلاق حسنہ جیسی صفات کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے خواص کی صفات کو تبدیل کریں۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ جب حاکم کج روی کا شکار ہوتا ہے تو اس کی رعایا بھی کج رو ہوتی ہے اور جس حاکم کی وجہ سے اس کی رعایا کج رو ہو جائے وہ بدترین انسان ہے۔ (۲)

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے منصب خلافت سنبھالتے ہی اپنے پہلے خطبے

---

(۱)۔ عجلونی، کشف الخفاء، مکتبہ دار التراث، بیروت، ج ۲، ص ۲۰۲۔ (۲)۔ محمد ظفیر الدین مفتاحی ندوی، نظام مساجد، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۸۱ء، ص ۹۵۔

میں ارشاد فرمایا!

اے لوگو! میں دین میں نئے طریقے وضع کرنے والا نہیں ہوں، میں تو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے طریقے اور سنت کی اتباع کرنے والا ہوں، سو اگر تم دیکھو کہ میں خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہوں تو مجھ سے تعاون کرو اور اگر دیکھو کہ میں راہ حق سے بھٹک رہا ہوں تو مجھے سیدھا کر دو۔(۱)

ایک اور روایت میں ہے۔

اے لوگو! مجھے تمہارا والی مقرر کیا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، سو اگر تم مجھے حق پر دیکھو تو میری اعانت کرو اور اگر باطل پر دیکھو تو مجھے درست کرو، میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک میں تمہارے بارے میں اللہ کی اطاعت کرتا رہوں، اور اگر میں اس کی نافرمانی کرنے لگوں تو تم پر میری اطاعت ضروری نہیں۔(۲)

مذکورہ بالا دونوں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہما کے اقوال تمام حکمرانوں کے لئے مثالی اسوہ اور نمونہ ہیں۔

احتساب کی ضرورت واہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ ہمیشہ مسلم رہی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں!

احتساب ایک سنہری زنجیر ہے، جس میں تمدن، اخلاق، مذہب اور معاشرت کی تمام جزئیات جکڑی ہوئی ہیں۔ اگر اس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے تو دفعتاً نظام عالم کی ایک ایک کڑی درہم برہم ہو جائے۔ اس غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکھا، خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسم و رواج اختیار کئے، جن کی خلاف ورزی

---

(۱)۔ابو عبید قاسم بن سلام، ''کتاب الاموال''، مکتبہ التجاریہ الکبریٰ، مصر، ص۵، (۲)۔احمد زکی صفوت، ''جمہرۃ خطب العرب''، مکتبہ علمیہ بیروت، ص۱۸۰۔

موجبِ ملامت بلکہ بعض اوقات قومی جرم خیال کی جاتی ہے، سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت ہر قسم کی مادی، اخلاقی اور مذہبی ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں، حکماء نے فلسفۂ اخلاق ایجاد کیا جو اخلاقی قوانین کی پیروی پر جمعیت بشری کو مجبور کرتا ہے۔(۱)

پس ہر متحرک فعال اور مستحکم معاشرے میں احتساب کی ضرورت ہوتی ہے۔اور حقیقت میں وہی قوم کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے جو ہمہ وقت اپنے احتساب پر مستعد و تیار رہتی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں تو صورت حال روز بروز خراب سے خراب تر اور بد سے بدتر ہو رہی ہے۔ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو خرابی کی انتہا کو نہ چھو رہا ہو۔اس سلسلے میں مزید کسی تفصیل میں جائے بغیر جس کی چنداں ضرورت بھی نہیں، صرف دو رپورٹوں کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔

۱۔ ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کے ۷۰ فیصد بیوروکریٹ رشوت لیتے ہیں۔ یہ رشوت اور سفارش صرف بیوروکریٹس تک محدود نہیں بلکہ حکومت کے ادنیٰ اہلکاروں سے لے کر اعلیٰ ترین افسران تک معدود چند کے سوا سب ہی اس مرض میں مبتلا ہیں۔نااہلی، بددیانتی اور غیر ذمہ دارانہ طور طریقے اس کے علاوہ ہیں۔(۲)

۲۔ انسٹیٹیوٹ آف کاسٹ اینڈ مینجمینٹ اکاؤنٹینٹس پاکستان کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ہر سال ۶ کھرب سے زیادہ کی مالی بدعنوانی ہوتی ہے، جس میں ہر سال اڑھائی کھرب روپے کے ٹیکس چوری ہوتے ہیں، جبکہ سرکاری اداروں کی بدانتظامی اور خورد برد میں ایک کھرب روپے، سالانہ ترقیاتی اور غیر ترقیاتی پروگراموں میں ۷۵ ارب اور سرکاری بینکوں اور مالیاتی اداروں میں ہر سال ۲۵ ارب روپے نااہلی کی نذر ہو جاتے ہیں۔(۳)

مذکورہ حقائق سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے ملک میں اس وقت بے لاگ احتساب کس قدر ناگزیر ہے۔

احتساب ایک مکمل نظام کا نام ہے۔جس کے کامیاب نفاذ کے لئے مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

---

(۱)۔ایضاً، ۲۴ر دسمبر ۹۹ء، (۲)۔ابوالکلام آزاد، رسول رحمت ﷺ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص۶۹۹، (۳)۔روزنامہ جنگ کراچی، ۱۰ر نومبر ۹۹ء،

۱۔ بے لاگ احتساب کے لئے قوانین کا منصفانہ اور عادلانہ ہونا ضروری ہے۔ اگر قوانین میں زیادتی، جبر اور ظلم کا عنصر شامل ہو گا تو وہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکیں گے۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف عوام میں بے چینی پھیلے گی بلکہ حکومتی اداروں پر ان کا اعتماد بھی مجروح ہوگا۔ اسلامی ریاست کے معاملات قرآن و سنت میں دیئے ہوئے قوانین کے تحت چلائے جاتے ہیں، ان قوانین میں کسی کو ترمیم و تنسیخ کی اجازت نہیں البتہ وہ نئے امور و معاملات جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں واضح ہدایات موجود نہیں ان کو وہ مسلمان اہل علم باہمی مشاورت سے حل کر سکتے ہیں. جو اجتہاد کی شرائط پر پورے اترتے ہوں اور ان کا تجویز کردہ حل اسلام کے مروجہ و متفقہ احکام سے متصادم نہ ہو۔

حدیث میں اس کی بہت کی مثالیں ملتی ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ آمد سے قبل وہاں یہود کے قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ کا کوئی شخص بنو نضیر کے کسی فرد کو قتل کر دیتا تو قصاصاً قاتل کو بھی مارا جاتا تھا، لیکن اگر بنو نضیر کا کوئی فرد بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو قاتل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ اس کا صرف خون بہا سو وسق کھجور کی شکل میں دیا جاتا تھا۔ جب یہ معاملہ آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو آپ ﷺ نے اس غیر فطری اور غیر منصفانہ طریقے کو ختم فرما کر توریت کے حکم کے مطابق تمام قبائل میں برابر کا قصاص جاری فرما دیا۔ (۱)

۲۔ قوانین کا بلاامتیاز نفاذ اور ان پر بلا تخصیص عملدر آمد بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قوانین کے بلاامتیاز نفاذ کے سلسلے میں ہمیشہ اہم اقدامات کئے اور ریاست کے تمام اراکین پر بغیر تخصیص کے انہیں لاگو کیا اور اس سلسلے میں نہ کسی کی سفارش قبول کی نہ کسی رورعایت سے کام لیا۔ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کا ارتکاب کیا پھر وہ گرفتار ہو گئی۔ چونکہ اس کا تعلق بڑے گھرانے سے تھا اس لئے یہ کوشش کی گئی کہ اس پر چوری کی حد جاری نہ ہو۔ لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سفارش کرائی مگر آپ

---

(۱)۔ ابوداؤد، السنن، ج ۴/ ص ۱۲۲، نسائی، السنن، کتاب القسامہ، باب تاویل قول اللہ تعالیٰ و ان حکمت فاحکم بینھم بالقسط،

ﷺ نے حضرت اسامہ سے تعلق خاطر کے باوجود نہ صرف ان کی سفارش قبول نہیں فرمائی بلکہ آپ ﷺ نے ان پر غصے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا! ''اے اسامہ کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو۔'' پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا!

> ''تم سے پہلی امتیں اس لئے تباہ ہو گئیں کہ جب کوئی معزز آدمی کوئی جرم کرتا تو درگزر کرتے اور اگر کوئی معمولی حیثیت کا آدمی جرم کر بیٹھتا تو اس کو سزا دیتے۔ خدا کی قسم اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بھی ہاتھ کاٹتا''۔(۱)

۳۔ بے لاگ احتساب کے لئے اہل اور دیانت دار اہل کاروں کا تقرر بھی بنیادی ضرورت ہے، بد دیانت اور نااہل لوگوں کا تقرر نہ صرف استحکام حکومت کے لئے مضر ہے بلکہ اس سے احتساب کا عمل بھی غیر مؤثر ہو جاتا ہے۔ حضرت معقل بن یسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ایک رعیت دے (اسے لوگوں کا حاکم یا ذمہ دار بنائے) پھر وہ مرے اور جس دن مرے اس دن اپنی رعایا پر خیانت کرتے ہوئے مرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو ضرور حرام کر دے گا۔(۲)

اگر کوئی شخص خود اپنے آپ کو کسی ذمہ داری کے لئے پیش کرتا ہے تو یہ اس کے نااہل ہونے کی کافی دلیل ہے۔ ایسے شخص کو کوئی ذمہ داری نہیں سونپنی چاہئے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

> انا، واللّٰه ! لانولی علی هذا العمل احدًا سناله، ولا احدا حرص علیه (۳)

---

(۱)۔ بخاری، الصحیح، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۵۳ء، ج ۴ / ص ۱۲۳، دارمی السنن، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج ۲ / ص ۲۲۷، رقم ۲۳۰۲، (۲)۔ بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیة فلم ینصح، مسلم، ج ۱ / ص ۱۱۷، رقم ۱۴۲، احمد، المسند، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۹۳، ج ۵ / ص ۶۲۰، رقم ۱۹۷۸۰، (۳)۔ مسلم، ج ۳ / ص ۲۲۳، رقم ۱۷۳۳۔

خدا کی قسم ہم کسی ایسے شخص کو عامل (ذمہ دار) مقرر نہیں کرتے جو اس کا سوال کرتا ہے۔ نہ کسی ایسے شخص کا تقرر کرتے ہیں جو اس کا حریص ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے عامل مقرر نہیں فرماتے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

یا اباذر، انك ضعیف، وانها امانة، و انها یوم القیامة خزی وندامت الامن اخذها بحقها وادی الذی علیه فیها- (۱)

اے ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ عہدے امانت ہیں اور یہ روز قیامت رسوائی اور ندامت کا باعث ہوں گے، سوائے اس کے جس نے یہ عہدے حق طریقے پر حاصل کئے اور اس سلسلے میں اپنے اوپر عائد ہونے والے حقوق ادا کئے۔

ایک اور روایت میں آپ نے عہدے طلب کرنے والوں کو خائن قرار دیا ہے اور خائن بھی ایسا کہ جس سے بڑھ کر کوئی خائن نہیں۔ حضرت ابو موسیٰ ہی سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا!

ان اخونکم عند نامن طلبنا- (۲)

بلاشبہ ہمارے نزدیک تم میں سب سے زیادہ خائن وہ ہے جو ذمہ داری خود طلب کرتا ہے۔

۴۔ حکمرانوں کا ہر وقت عوام الناس سے براہ راست رابطے میں رہنا بھی ضروری ہے، آج کل ہوتا یہ ہے کہ ایک شخص حکمران بنتے ہی عوام سے کٹ کر رہ جاتا ہے۔ اور اس کے دروازے عوام پر بند ہو جاتے ہیں۔ کچھ تو تحفظات نام پر اور کچھ پروٹوکول کی آڑ میں اس کو مکمل طور پر تنہا کر دیا جاتا ہے اس کا آنا جانا، ملنا جلنا محض چند خاص افراد اور مخصوص طبقوں تک محدود ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے تمام عرصۂ حکومت میں قرنطینہ میں

---

(۱)۔ مسلم ج ۳/ ص ۲۲۴، رقم ۱۸۲۵،   (۲)۔ ابوداوَد، ج ۳/ ص ۶۱، رقم ۲۹۴۰،

رہتا ہے۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے جب کوئی ضرورت مند ایسے حاکموں کے دروازوں پر پہنچتا ہے تو یہ اس ضرورت مند سے بات تو درکنار اپنی رہائش گاہ سے باہر نکلنا بھی گوارا نہیں کرتے اور کبھی آنے والے کو حقیر سمجھ کر دھتکار دیتے ہیں۔ نتیجتاً نہ تو اس کو عوام الناس کے مسائل سے آگاہی ہو پاتی ہے اور نہ خود عوام کو اپنے مسائل کے حل کے لئے اس تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح معاشرہ میں امن و آشتی، محبت و اخوت اور باہمی خیر خواہی کی بجائے بدامنی و انتشار، لوٹ کھسوٹ اور خود غرضی جیسے جذبات پروان چڑھنے لگتے ہیں۔

اسلام اس طرز حکمرانی کو قطعاً پسند نہیں کرتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ ایک روایت میں ارشاد فرمایا:

> جو شخص لوگوں کے معاملات کا ذمہ دار بنے اور پھر مسلمانوں، مظلوموں اور حاجتمندوں کے لئے اپنے دروازے بند کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت اور فقر کے وقت اس کے لئے اپنی رحمت کے دروازے بند کرلے گا، حالانکہ وہ اس وقت اس کا زیادہ محتاج ہوگا۔(۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی الوقاص کا محل صرف اس اطلاع پر جلوادیا تھا کہ اس کی وجہ سے عوام کو ان تک پہنچنے میں دقت ہوتی ہے۔(۲)

احتساب پر گفتگو سمیٹتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسوۂ حسنہ اور خلفائے راشدین کے طرز عمل سے بھی احتساب کی چند مثالیں پیش کردی جائیں تاکہ عادلانہ، منصفانہ، غیر جانبدارانہ اور بے لاگ احتساب کے خدوخال پوری طرح واضح ہو جائیں۔

۱۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بنی سلیم کے صدقات وصول کرنے کے لئے اپنا عامل مقرر کرکے روانہ کیا۔ جب وہ مال وصول کرکے لوٹا تو آپ ﷺ نے رقوم کا حساب طلب

---

(۱)۔ خطیب العمری، مشکوۃ المصابیح کتاب الامارۃ والقضاء، باب ماعلی الولاۃ من التسیر، فصل ثالث، (۲)۔ اسلام کا نظامِ امن، ص ۸۷،

کیا۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ یہ تو آپ کا مال ہے یعنی وصول شدہ صدقات ہیں اور یہ مجھے ہدیہ (تحفہ) ملا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ سخت غصے ہوئے اور فرمایا!

فهلا جلست في بيت ابيك وامك حتى تاتيك هديتك ان كنت صادقاً – (۱)

اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو تم کیوں نہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھے رہے یہ ہدیہ وہیں تمہارے پاس آجاتا؟

پھر آپ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ ﷺ نے اس عمل کی سخت مذمت فرمائی۔ (۲)

۲۔ فتح مکہ کے بعد جب طائف فتح ہوا تو اس میں صخر نامی ایک رئیس کا بڑا ہاتھ تھا۔ انہوں نے ہی اہل طائف کو مصالحت پر امادہ کیا تھا۔ مگر اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ ثقفی آئے اور آپ ﷺ سے شکایت کی کہ صخر نے میری پھوپھی پر قبضہ کر رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے صخر کو حکم دیا کہ ان کی پھوپھی کو واپس کر دو۔ پھر بنو سُلیم آئے کہ صخر نے ہمارے زمانۂ کفر میں ہمارے چشمے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب ہم اسلام لا چکے ہیں آپ ہمارا چشمہ ہمیں واپس دلا دیں۔ آپ نے صخر کو چشمہ واپس کرنے کا بھی حکم دے دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ صخر نے دونوں حکم منظور کر لئے مگر آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر شرم سے سرخی آ گئی کہ دونوں معاملوں میں صخر کو شکست ہوئی اور فتح طائف کا انہیں کوئی صلہ نہیں ملا (۳) مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے احتساب کے تقاضے پورے کرتے ہوئے متاثرین کو فوری انصاف فراہم کیا،

۳۔ شاہ غسان جبلہ بن ایہم نے ایک مرتبہ ایک عام عرب کو تھپڑ مار دیا۔ یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ اگرچہ بادشاہ تھا۔ مگر حضرت عمرؓ نے فیصلہ سنا دیا کہ یا تو تم اسے راضی کر لو ورنہ وہ بدلہ لے گا۔ یہ فیصلہ شاہ غسان پر بہت شاق گزرا اس نے کہا کہ کیا آپ کے نزدیک عام عرب اور ایک بادشاہ کے درمیان کوئی فرق نہیں؟ حضرت

(۱)۔ بخاری، ج ۴/ ص ۱۴۶، (۲)۔ ایضاً، (۳)۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی، دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۵ء، ج ۲/ ص ۱۸۵،

عمرؓ نے جواب دیا "نہیں قطعاً نہیں۔ اسلام نے تم دونوں کو یکساں مقام عطا کیا ہے۔"(۱)

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ان کے صاحبزادے ابو شحمہ پر جب شراب پینے کا الزام لگا تو حضرت عمرؓ نے خود اپنے ہاتھ سے ان کو سزا دی اور انہیں ۸۰ کوڑے مارے اور اسی ضرب کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا، مگر حضرت عمرؓ نے ان کے لئے کوئی رعایت نہ کی۔(۲)

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ غیر جانبدارانہ، منصفانہ، عادلانہ، اور بے لاگ احتساب کے لئے سیرت طیبہ، اسوۂ حسنہ اور تعلیمات نبوی ﷺ میں مکمل و مفصل رہنمائی موجود ہے ضرورت صرف خلوص نیت کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہونے کی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔

الحمدللہ السیرہ کا تیسرا شمارہ آپ کے سامنے ہے،اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ادارے کو علماء و فضلاء و اہل علم کا تعاون حاصل ہے اور اس کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس سلسلے کو مزید وسعت دی جائے، نئے عنوانات سامنے آئیں، نئے پہلو واضح ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ کی ہمہ گیری و ہمہ جہتی سے ہر ایک بقدرِ ہمت اور بہ قدر توفیق مستفیض و بہرور ہو،اور صرف علمی اعتبار ہی سے نہیں عملی طور پر بھی پیغام سیرت ہماری رگ و پے میں جاگزیں ہو جائے۔ آمین!

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ و اصحابہ اجمعین

> **نوٹ:** ہمیں مقالات و مضامین کے جو مسودے وصول ہو رہے ہیں ان میں سے اکثر صاف اور واضح نہ ہونے کی وجہ سے اغلاط رہ جانے کا امکان ہے، مقالہ نگار حضرات سے التماس ہے کہ اس امر کا خاص خیال رکھیں۔

---

(۱)۔رفیق بک، اشہر مشاہیر الاسلام، ج ۲/ ص ۲۸۲، (۲)۔ شبلی نعمانی، "الفاروق" مکتبہ صدیقیہ، ملتان، ۱۹۵۲ء، ص ۵۱۸،